طالبانِ علومِ نبوّت کا مقام

اور اُن کی ذمہ داریاں

مولانا ابوالحسن علی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحات
۱	مدرسہ کیا ہے؟	۸
۲	مدرسہ کی ذمہ داری و گراں باری	۸
۳	طلباء و فضلائے مدارس کی ذمہ داریاں	۱۰
۴	طلباء و فضلاء کا امتیاز	۱۲
۵	کیفیاتِ باطنی	۱۳
۶	مدارس کا باطنی انحطاط	۱۵
۷	انقلاب انگیز شخصیتیں	۱۵
۸	مدارس کی افسردہ فضا	۱۶
۹	دُنیا کا امام تقلید و پیروی کے مقام پر	۱۷

www.abulhasanalinadwi.org

نمبر شمار	عنوان	صفحات
۱۰	احساسِ کمتری کیوں؟	۱۸
۱۱	خود شناسی و خودداری	۱۸
۱۲	زندگی کی آبرو خودداروں کے دم سے قائم ہے	۲۱
۱۳	یہ راستہ معاشی حوصلہ مندیوں کا نہیں	۲۴
۱۴	زمانہ کی بے بضاعتی و تشنہ لبی	۲۵
۱۵	اصل متاعِ علومِ انبیاء	۲۶
۱۶	علومِ اسلامیہ کا زندگی سے ربط و تعلق اور اس کے لیے ہمارے اسلاف کی کوششیں	۲۷
۱۷	زندگی کی رفاقت اور زمانہ کے تقاضوں کی تکمیل	۳۵
۱۸	نصابِ تعلیم کے تغیرات	۳۶
۱۹	نئی تحریکوں سے گہری اور ناقدانہ واقفیت کی ضرورت	۳۷
۲۰	نئے مطالعہ کی مشکلات و ذمہ داریاں	۳۷
۲۱	ملک کی زبان و ادب سے ربط و تعلق	۳۸
۲۲	عربی زبان پر قدرت	۴۲
۲۳	عقائدِ صحیحہ کی حفاظت	۴۴
۲۴	نئے دور کے نئے فتنے	۴۷
۲۵	دورِ جدید کی ذمہ داریاں	۴۸

www.abulhasanalinadwi.org

تعارف

یہ مضمون مارچ ۱۹۵۴ء میں دار العلوم دیوبند میں طلبہ کے ایک جلسہ میں پڑھا گیا تھا، اور رسالہ الفرقان میں شائع ہوا تھا، اس مضمون میں دینی مدرسہ کا حقیقی منصب و مقام، اور اس کے طلبہ و فضلاء کے فرائض و ذمہ داریاں بتلائی گئی ہیں اور ان کو آگاہ کیا گیا ہے، کہ عصر جدید ان سے کس قسم کی توقعات رکھتا ہے، اور اس دور میں دین کی دعوت و خدمت کے لیے ان کو کس قسم کی تیاریوں کی ضرورت ہے، اب یہ مضمون دینی مدارس کے حلقہ میں عام اشاعت کے لیے خفیف ترمیم کے ساتھ علیحدہ رسالہ کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ اس کی اشاعت مفید ہوگی۔

ابوالحسن علی

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ
من لسانی یفقھوا قولی

عزیزانِ گرامی!

مجھے اس وقت آپ سے اس حیثیت سے گفتگو کرنی ہے کہ آپ دینی مدارس کے طالب علم ہیں اور میں ان کا دیرینہ خادم اور آپ کا رفیقِ سفر، موضوع کی اہمیت اور وقت کی نزاکت کا تقاضا ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنی زندگی کے تجربات اور اپنے محدود مطالعہ کے نتائج بے تکلف رکھ دوں، اور زندگی کے سفر کی سب سے قیمتی اور عزیز سوغات آپ کے سامنے پیش کر دوں، آپ نے مجھے گفتگو کا موقع دے کر عزت بخشی ہے، آپنے مجھ پر اعتماد کا اظہار کیا ہے، میری خواہش اور کوشش ہونی چاہیئے کہ میں اس اعتماد کا اہل ثابت ہوں اور اس تھوڑے سے وقت سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں، اس لیے کہ یہ وقت آپنے بڑے قیمتی مشاغل میں سے نکالا ہے، اور یہ اُن لوگوں کا وقت ہے جن کی ساعتیں اور لمحات مہینوں اور برسوں کے حساب سے تلنے چاہئیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مدرسہ کیا ہے؟ دوستو! ہم کو سب سے پہلے معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک دینی مدرسہ کا مقام اور منصب کیا ہے؟ مدرسہ کیا ہے؟ مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے، جہاں آدم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے، جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں، مدرسہ عالم اسلامی کا بجلی گھر (پاور ہاؤس) ہے، جہاں سے اسلامی آبادی بلکہ انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے، مدرسہ وہ کارخانہ ہے جہاں قلب و نگاہ اور ذہن و دماغ ڈھلتے ہیں، مدرسہ وہ مقام ہے جہاں سے پوری کائنات کا احتساب ہوتا ہے، اور پوری انسانی زندگی کی نگرانی کی جاتی ہے، جہاں کا فرمان پورے عالم پر نافذ ہے، عالم کا فرمان اس پر نافذ نہیں، مدرسہ کا تعلق کسی تقویم، کسی تمدن، کسی عہد، کسی کلچر، زبان و ادب سے نہیں، کہ اس کی قدامت کا شبہ اور اس کے زوال کا خطرہ ہو، اس کا تعلق براہ راست نبوت محمدیؐ سے ہے، جو عالمگیر بھی ہے اور زندۂ جاوید بھی، اس کا تعلق اُس انسانیت سے ہے جو ہر دم جواں ہے، اس زندگی سے ہے جو ہمہ دقت رواں اور دواں ہے، مدرسہ درحقیقت قدیم و جدید کی بحثوں سے بالاتر ہے، وہ تو ایسی جگہ ہے جہاں نبوت محمدیؐ کی ابدیت اور زندگی کا نمو اور حرکت دونوں پائے جاتے ہیں۔

مدرسہ کی ذمہ داری و گراں باری حضرات! کسی مدرسہ کے لیے اس سے بڑھ کر قابل احتجاج اور قابل اعتراض لفظ نہیں ہو سکتے کہ وہ محض ایک دار الآثار یا کسی قدیم عہد کی یادگار ہے، میں اس کو مدرسہ کے حق میں ازالۂ حیثیت عرفی

www.abulhasanalinadwi.org

کے مرادف سمجھتا ہوں میں مدرسہ کو ہر مرکز سے بڑھ کر مستحکم، طاقت ور زندگی کی صلاحیت رکھنے والا، اور حرکت و نمو سے لبریز سمجھتا ہوں، اس کا ایک سرا نبوتِ محمدی سے ملا ہوا ہے، دوسرا سرا اس زندگی سے، وہ نبوتِ محمدی کے چشمۂ حیواں سے پانی لیتا ہے، اور زندگی کی ان کشت زاروں میں ڈالتا ہے، وہ اپنا کام چھوڑ دے تو زندگی کے کھیت سوکھ جائیں اور انسانیت مرجھانے لگے، نہ نبوتِ محمدیؐ کا دریا یاباب ہونے والا ہے، نہ انسانیت کی پیاس بجھنے والی ہے، نہ نبوتِ محمدیؐ کے چشمۂ فیض سے بخل اور انکار ہے، نہ انسانیت کے کاسۂ گدائی کی طرف سے استغنا کا اظہار، ادھر سے "انما أنا قاسم والله يعطي" کی صدائے مکرر ہے، تو اُدھر سے "ھل من مزید ھل من مزید" کی فغانِ مسلسل، مدرسہ سے بڑھ کر دنیا میں کون سا زندہ متحرک اور مصروف ادارہ ہو سکتا ہے، زندگی کے مسائل بے شمار، زندگی کے تغیرات بے شمار، زندگی کی ضرورتیں بے شمار، زندگی کی غلطیاں بے شمار، زندگی کی لغزشیں بے شمار، زندگی کے فریب بے شمار، زندگی کے رہزن بے شمار، زندگی کی تمنائیں بے شمار، زندگی کے حوصلے بے شمار، مدرسہ نے جب زندگی کی رہنمائی اور دستگیری کا ذمہ لیا تو اسے اب فرصت کہاں؟ دنیا میں ہر ادارہ ہر مرکز ہر فرد کو راحت اور فراغت کا حق ہے، اس کو اپنے کام سے چھٹی مل سکتی ہے، مگر مدرسہ کو چھٹی نہیں، دنیا میں ہر مسافر کے لیے آرام ہے، لیکن اس مسافر کے لیے راحت

www.abulhasanalinadwi.org

حرام ہے! اگر زندگی میں ٹھہراؤ ہو، سکون اور وقوف ہو تو حرج نہیں، کہ مدرسہ بھی چلتے چلتے دم لے لے، لیکن جب زندگی رواں اور دواں ہے تو مدرسہ میں جمود اور تعطل کی گنجائش کہاں ہے، اس کو قدم قدم پر زندگی کا جائزہ لینا ہے، بدلتے ہوئے حالات میں احکام دینے ہیں، نئے نئے فتنوں کا مقابلہ کرنا ہے، بہکے ہوئے قدموں کو راستے پر لگانا ہے، ڈگمگاتے ہوئے پیروں کو جمانا ہے، وہ زندگی سے پیچھے رہ جائے یا تھک کر بیٹھ جائے، یا کسی منزل پر قیام کرلے، یا اس کو کوئی مقام خوش آجائے تو زندگی کی رفاقت اور قیادت کون کرے، سرودِ ازلی اور پیغامِ محمدیؐ اسے کون سنائے، مدرسہ کا تعطل، قیادت سے کنارہ کشی، کسی منزل پر قیام خودکشی کا مرادف اور انسانیت کے ساتھ بے وفائی کا ہم معنی ہے، اور کوئی خود شناس اور فرض آشنا مدرسہ اس کا تصور نہیں کرسکتا۔

طلبہ و فضلائے مدارس کی ذمہ داریاں

دوستو! مدرسہ کے طالب علم کی حیثیت سے آپ کا کام سب سے زیادہ نازک اور سب سے زیادہ عظیم ہے، میں نہیں جانتا کہ اس وقت دنیا کی کسی جماعت یا کسی گروہ کا کام اتنا نازک، وسیع اور اہم ہو، ان الفاظ پر دوبارہ غور کیجئے کہ آپ کا ایک سرا نبوتِ محمدیؐ سے ملا ہوا ہے، دوسرا سرا زندگی سے، یہی آپ کے کام کی نزاکت کی وجہ اور آپ کی عظمت کی دلیل ہے، نبوتِ محمدیؐ سے وابستگی اور اتصال جہاں ایک بہت بڑی خوش نصیبی اور سرفرازی ہے وہاں ایک عظیم ذمہ داری بھی ہے، آپ کے

www.abulhasanalinadwi.org

پاس حقائق اور عقائد کی سب سے بڑی دولت اور سب سے عظیم سرمایہ ہے، اس وابستگی سے آپ پر چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، آپ میں غیر متزلزل یقین اور راسخ ایمان ہونا چاہیئے، آپ میں یہ حوصلہ اور ہمت ہونی چاہیئے، کہ ساری دنیا ملتی ہو، تو اس کے ایک نقطہ سے بھی دست بردار ہونے کے سوال پر غور نہ کرسکیں، آپ کے دلوں میں اس کی حمایت و نصرت کا جذبہ موجزن ہونا چاہیئے، آپ کا دل اس بے بدل دولت پر فخر اور شکر سے لبریز ہو، آپ کو اس کی صداقت، اس کی معقولیت، اس کی ابدیت، اس کی ہر زمانہ میں صلاحیت، اس کی بلندی و برتری اور اس کی معصومیت پر غیر متبدل یقین ہو، آپ اس کے مقابل ہر چیز کو پورے اطمینان کے ساتھ جاہلیت اور جاہلیت کی میراث سمجھتے ہوں، آپ جہاں احکام خداوندی اور تعلیمات اسلامی کو سن کر "سمعنا واطعنا" کہیں وہاں جاہلیت کے نظام اور جاہلیت کے علمبرداروں کو مخاطب کرکے کہیں "کفرنا بکم وبدا بیننا و بینکم العداوۃ والبغضاء ابدا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ" آپ اسلام ہی کی رہنمائی اور اسوۂ محمدیؐ ہی کی روشنی میں دنیا کی نجات کا یقین رکھتے ہوں، اور آپ کا اس پر عقیدہ ہو کہ اس طوفان نوح میں سفینۂ نوح صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور امامت ہو، آپ یقین کرتے ہوں کہ افراد اور اقوام کی سرفرازی اور سربلندی کی شرط صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے، اور یہ بالکل حقیقت ہے کہ:

www.abulhasanalinadwi.org

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سراست   کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

آپ تعلیمات نبوت کو علم کا لبّ لباب اور حقیقۃ الحقائق سمجھتے ہوں، آپ اسکے مقابلے میں تمام دنیا کی الٰہیات اور فلسفۂ مابعد الطبعیات اور قیاسات و روایات کو افسانہ اور خرافات سے زیادہ وقعت دینے کے لیے تیار نہ ہوں، آپ توحید کی حقیقت سے واقف اور اس پر مصر ہوں، اور شرک اور تمام دنیا کے علم الاصنام کو خواہ وہ کیسے ہی پُر جلال علمی اصطلاحات اور فلسفہ کی زبان میں بیان کیا گیا ہو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوں، اور "زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوراً" سے زیادہ مرتبہ دینے کے لیے آمادہ نہ ہوں، آپ سنت کے اتباع کے حریص، اور "خیر الھُدیٰ ھَدْیُ محمّد صلّی اللہ علیہ وسلم" پر یقین رکھتے ہوں، اور بدعات کے مضر اور نامقبول ہونے پر آپ کو شرح صدر ہو، غرض آپ اعتقادی، ذہنی، فکری، قلبی، ذوقی اور عملی حیثیت سے نبوت محمدیؐ کی جامعیت اور علمیت کے قائل اور اس کی عملی تفسیر ہوں۔

طلبا وفضلاء کا امتیاز

دوستو! دنیا کے دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں آپ کا امتیاز یہ ہے کہ ان حقائق پر دوسروں کا اجمالی ایمان کافی ہے، مگر آپ کو اس پر پورا ذہنی اطمینان اور شرح صدر ہونا چاہیے، آپ کا صرف قائل ہونا کافی نہیں، اس کا داعی ہونا ضروری ہے، دوسروں کا یقین لازمی ہو تو کافی ہے، آپ کا یقین متعدی ہونا چاہیے، جو سیکڑوں ہزاروں

www.abulhasanalinadwi.org

انسانوں کو یقین سے لبریز کردے اور یہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ آپ کا یہ سرور سرخوشی و سرمستی اور بیخودی کی حد تک نہ پہونچا ہو، اور آپ میں "یکرہ ان یعود الی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار" کی حقیقت نہ پائی جاتی ہو، تعلیماتِ نبوت سے دوسروں کی سرسری واقفیت کافی ہے، مگر آپ کے لیے علوم نبوت میں رسوخ، علوم نبوت سے عشق، علوم نبوت میں مقام فنائیت، علوم نبوت پر اصرار ضروری ہے، اس کے بغیر دعوت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، بلکہ دعوتوں اور تحریکوں کے اس طوفانی دور میں اس کے بغیر اپنی خصوصیات اور سرمایہ کی حفاظت بھی مشکل ہے۔

کیفیات باطنی یہ بھی یاد رکھیئے کہ نبوتِ محمدیؐ نے جس طرح علوم و احکام کا ایک بے پایاں دفتر اور وسیع ترین ذخیرہ چھوڑا "ان العلماء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکن ورثوا ھذا العلم" یہ ذخیرہ قرآن و حدیث فقہ و احکام کی صورت میں محفوظ ہے، اور آپ کا مدرسہ بحمداللہ اس کی خدمت و اشاعت کا بہت بڑا مرکز ہے، اسی طرح نبوتِ محمدیؐ نے کچھ اوصاف، خصوصیات، اور کیفیات بھی چھوڑے، جس طرح پہلا سرمایہ نسل در نسل منتقل ہوتا رہا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت و اشاعت کا انتظام کیا، اسی طرح دوسرا سرمایہ بھی برابر منتقل ہوتا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا بھی انتظام فرمایا ہے، یہ اوصاف خصوصیات کیا ہیں؟

www.abulhasanalinadwi.org

یقین واخلاص، ایمان واحتساب، تعلق مع اللہ، انابت و اخبات، خشوع و خضوع، دعا و ابتہال، استغناء و توکل، اعتماد علی اللہ، دردو محبت، خودشکنی و خودداری، علوم نبوت واحکام اور اوصاف وکیفیات دونوں کی جامع تھی، "ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوعلیھم اٰیٰتہٖ و یزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ" نبوت محمدیؐ سے صرف علوم واحکام لینا اور کیفیات واوصاف کو ترک کردینا ناقص وراثت ہے اور نامکمل نیابت، دنیا میں جن لوگوں نے نبوت کی نیابت کی اور اسلام کی امانت ہم تک پہونچائی، وہ صرف ایک حصہ کے امین نہ تھے، وہ دونوں دولتوں سے مالا مال تھے، اب بھی اسلام کی دعوت اور اسلامی انقلاب صرف پہلے حصہ سے برپا نہیں کیا جاسکتا، آپ کو جن اسلاف کی طرف نسبت کا شرف حاصل ہے وہ بھی ان دونوں خصوصیتوں کے جامع تھے، اگر آپ حقیقی نیابت کے منصب بلند پر سرفراز ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو اس جامعیت کی کوشش کرنی پڑے گی، اس کے بغیر علم و فن کی صناعی کاغذی پھول ہیں، جن میں نہ خوشبو نہ تازگی، آج دنیا کے بازار میں کاغذی اور ولایتی پھولوں کی کمی نہیں، ہم اور آپ اس میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں کرسکتے، یہاں تو نبوت کے باغ کے شاداب پھول چاہئیں جو مشام جاں کو معطر کردیں، اور جن کے سامنے دنیا کے پھول شرما جائیں، "فوقع الحق وبطل ما کانوا یعملون۔"

www.abulhasanalinadwi.org

مدارس کا باطنی انحطاط

آپ بُرا نہ مانیں، کہنے والا بھی آپ ہی میں سے ہے، عرصہ سے ہمارے مدارس ان شاداب پھولوں سے خالی ہوتے جارہے ہیں، ان اوصاف میں روزافزوں انحطاط ہے، ہم کو دل پر پتھر رکھ کر سننا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ کہنے والے نے کہاں تک صحیح کہا ہے، کہ :۔ ؎

اُٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے نمناک
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے مدارس سے جس تعداد میں لوگ فارغ ہو کر نکلتے ہیں، کبھی اس تعداد میں نہیں نکلتے تھے، لیکن زندگی پر کوئی اثر نہیں ڈال رہے ہیں۔

انقلاب انگیز شخصیتیں

پہلے اسی ملک میں خواجہ معین الدین اجمیریؒ یا سید علی ہمدانی کشمیریؒ جیسا ایک فقیر بے نوا آتا اور پورے کے پورے ملک کو اپنے قلب کی حرارت اور اپنے ایمان کے نور سے بھر دیتا، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے حکومت مغلیہ میں انقلاب برپا کر دیا، انہیں کی خاموش مساعی کا نتیجہ تھا کہ ہم اکبر کے تخت پر اورنگ زیب جیسے متقیہ و متشرع بادشاہ کو دیکھتے ہیں، شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس طویل و عریض ملک کا رجحان بدل دیا، اور پورے نظام فکر اور نظام تعلیم پر گہرا اثر ڈالا، مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک عام مایوسی اور پسپائی کے دور میں اتنا بڑا اسلامی قلعہ تعمیر کر دیا، اور علوم شریعت کو ایک نئی زندگی بخشدی، ابھی پچھلے عرصہ میں مولانا محمد الیاسؒ نے ایمان اور دینی جد و جہد کی ایک نئی روح

www.abulhasanalinadwi.org

پھونک دی، غرض۔ ع

جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے

آج ہمارے فضلاء اس رُوح سے خالی، ان کیفیات سے عاری، اور اس قوت سے محروم ہیں، جو لوگوں کو نئے سرے سے سوچنے اور بدل جانے پر مجبور کر دیتی تھی، زمانہ بڑا حقیقت شناس ہے، وہ صرف بلندی کے سامنے جھکتا ہے، دماغ بلند دماغ کے سامنے جھکتے ہیں، اور خالی اور سرد دل معمور اور گرم دل کا لوہا مانتے ہیں، ہمارے مدارس میں دماغی انحطاط بھی روز افزوں ہے اور قلبی افسردگی بھی روبہ ترقی، مقررین اور واعظین کی اب بھی کمی نہیں، مگر بقول حضرت جگر:۔ ع

آنکھوں میں سرورِ عشق نہیں، چہرہ پہ یقیں کا نور نہیں

مدارس کی افسردہ فضا

مدارس جو کبھی طاقت اور زندگی کا مرکز تھے، اور جہاں انقلاب آفریں شخصیتیں پیدا ہوتی تھیں، وہ مایوسی، افسردگی اور احساسِ کہتری کا شکار ہیں، آج مدارس کی تعداد میں، ان کے طلبہ کی تعداد میں، درس کی کتابوں کی تعداد میں، کتب خانہ کے مندرجات کی تعداد میں، وظائف کی تعداد میں بہت بڑا اضافہ ہے، مگر زندگی کی نبض سُست اور قلب کی دھڑکن کمزور ہے، کوئی حساس، دردمند کبھی بھی اس طرف نکل جاتا ہے تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے، اور وہ اس بحرِ کاہل کو دیکھ کر کہنے لگتا ہے۔ ؎

www.abulhasanalinadwi.org

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ، کہ تو کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

لیکن اب تو مدارس کے حق میں کسی طوفان سے آشنا ہونے کی دعا کرتے ہوئے بھی دل ڈرتا ہے، آج مدارس میں طوفان کے آثار نظر آتے ہیں، لیکن یہ باہر کے طوفان کے تھپیڑے اور موجیں ہیں جو مدارس کے در و دیوار سے ٹکرا رہی ہیں، یہ باہر کے ہنگاموں اور سطحی اور عوامی تحریکات کی صدائے بازگشت ہے، جس میں ہمارے مدارس کے طلبہ کا مقام محض نقال یا آلۂ صوت کا ہے۔

دنیا کا امام تقلید و پیروی کے مقام پر

یہ بڑا افسوسناک منظر، اور بڑی دلخراش حقیقت ہے کہ جو تحریکیں اور دعوتیں، جو ہنگامے اور شور، جو انتشار و اضطراب، جو تنظیمیں اور طریقۂ احتجاج آج عصری درسگاہوں اور دنیاوی تعلیم گاہوں میں نامقبول ہو رہے ہیں، اور پیش پا افتادہ اور کہنہ و فرسودہ سمجھے جانے لگے ہیں، وہ ہمارے مدارس میں اب باریاب ہو رہے ہیں، اور جن کو زمانہ کا محتسب، اپنے عصر کا امام اور خود صاحب دعوت اور صاحب مقام ہونا چاہیے تھا وہ لادینی درسگاہوں کا متبع اور مقلد ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ ۵

کر سکتے تھے جو اپنے زمانہ کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانہ کے ہیں پیرو

آج مدارس کا سب سے بڑا فتنہ اور سب سے بڑا ذہنی طاعون بڑھتا ہوا احساس کمتری ہے

www.abulhasanalinadwi.org

جو گھُن کی طرح اُس درخت کو کھاتا چلا جا رہا ہے، کسی ادارہ کو اگر یہ گھُن لگ جائے تو پھر اس کی زندگی محال ہے۔

احساس کمتری کیوں؟

عزیزو! آپ احساسِ کمتری کا کیوں شکار ہوں؟ دوسروں کا احساسِ کمتری ایک نفسیاتی مرض ہے، مگر آپ کا احساس کمتری دینی کمزوری، ضعفِ عقیدہ، اور ضعفِ ایمان کی دلیل ہے، جس کے نتائج بہت سنجیدہ اور دور رس ہیں، انبیاء کے نائبین اور علوم نبوت کے حاملین کو اپنی کمتری اور حقارت کا احساس ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نبوت کے مقام سے ناآشنا اور یقین سے خالی ہیں، آپ تو ان ہستیوں کے جانشین ہیں جن کے متعلق عارف رومی نے بجا طور پر کہا تھا:۔

نخوتے دارند و کبرے چو شہاں
چاکری خواہند از اہلِ جہاں

اور جن کے متعلق سعدیؒ کے الفاظ میں یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ:۔ ع

شہانِ بے کلہ و خسروانِ بے کمر اند

خود شناسی و خودداری

آپ کے پاس جو دولت ہے اس سے دنیا کا دامن خالی ہے، آپ کے سینہ میں علومِ نبوت ہیں، اور وہ حقائق ہیں جو دنیا سے گم ہو چکے ہیں، اور جن کے گم ہونے سے آج عالم میں اندھیرا ہے، اضطراب انتشار ہے، شر و فساد ہے، آپ اپنے ان سادہ کپڑوں، ان حقیر جسموں

www.abulhasanalinadwi.org

اور اس خالی جیب و دامن پر نظر نہ کریں، آپ دیکھیں کہ آپ کا سینہ کن دولتوں سے معمور اور آپ کے اندر کیسا بدر کامل مستور ہے ؎

برخود نظر کشا ز تہی دامنی مرنج
در سینۂ تو ماہ تمامے نہادہ اند

آپ یاد رکھیں حقارت و ذلت کا تعلق انسان کے اندرون سے ہے، عالم خارجی اور بیرونی دُنیا سے بہت کم ہے، حقارت ایک نفسیاتی کیفیت کا نام ہے، احساس حقارت نتیجہ ہے انسان کے شک و شبہ، ضعف و تذبذب، اور خود شناسی کے فقدان کا، انسان خود اپنے کو حقیر و بے مایہ سمجھتا ہے، اور اس کو دھوکہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کو حقیر سمجھتے ہیں، اور دنیا میں وہ بے قیمت اور ذلیل ہے، حالانکہ یہ جفا وہ خود اپنے اوپر کرتا ہے، یاد رکھئے جو خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہو جائے اس کو کوئی باعزت نہیں بنا سکتا، اور جو خود اپنے کو اپنی نظر سے گرا دے، کسی کو اس کی بالکل ضرورت نہیں کہ اس کو اپنے دل یا آنکھوں میں جگہ دے، جس کی گنجائش خود اپنے یہاں نہیں ہے، اُس کی گنجائش کون و مکان میں نہیں ہے، یہ زمین بقدر دل سمٹتی اور پھیلتی ہے، اور اس کی وسعت گھٹتی اور بڑھتی ہے، آدمی کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس نے اپنے کو اپنے دل میں کیا مقام دیا ہے اور اس کا معاملہ خود اپنی ذات کے ساتھ کیا ہے، اگر کسی نے اپنے کو ذلیل و حقیر، مجبور و بے بس، تہی دست و بے بضاعت، اور دنیا کے بازار میں بے قیمت و بے ضرورت سمجھ لیا ہے تو اس

www.abulhasanalinadwi.org

کو دُنیا سے کسی انصاف اور کسی اعزاز کی توقع نہیں کرنی چاہیے، حاتم طائی نے اسی حقیقت کو اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے :۔ ؎

ونفسك اكرمها فانك ان تهن
عليك فلن تلقى من الناس مكرما

اپنی ذات کی خود عزت کرو، اس لیے کہ اگر تم اپنی نگاہ میں ذلیل اور بے وزن ہو جاؤ گے، تو پھر دنیا میں تمھیں کوئی بھی عزت کرنے والا نہیں ملے گا۔

دوستو! مجھے یقین ہے کہ ہم حقیر نہیں ہیں، صرف احساسِ حقارت کے مریض ہیں، اور یہ احساسِ حقارت ہماری خود ناشناسی اور خود فراموشی پر مبنی ہے، اس کا علاج صرف یہ ہے کہ ہم اپنے مقام سے باخبر ہو جائیں اور اپنی دولت اور سرمایہ کا صحیح جائزہ لیں، دُنیا کی تبدیلی، نگاہوں کی تبدیلی، سب ہماری نگاہ کی تبدیلی کی تابع ہے، جس دن ہماری یہ نگاہ بدلی، دنیا بدل جائے گی، اور حقارت کا یہ مہیب سایہ جو ہمارے دل و دماغ پر مسلّط ہے اور ہم کو ڈرا رہا ہے کافور ہو جائے گا، کہنے والے نے کچھ غلط نہیں کہا :۔ ؎

اور اگر باخبر اپنی شرافت سے ہو
تیری سپہ انس و جن، تو ہے امیرِ جنود

ہماری قدیم اور معاصر تاریخ میں جن اشخاص نے اپنے مقام کو پہچان لیا، اور جن کو اس کا احساس ہو گیا کہ اللہ نے ان کو کون سی دولت دی ہے اور کس

www.abulhasanalinadwi.org

منصب پر سرفراز کیا ہے، ان کو یہ سارا عالم پست نظر آنے لگا، ان کو سلطنتیں نہیں خرید سکیں، انھوں نے دُنیا کی بڑی سے بڑی پیش کش سُن کر ہمیشہ زیرِ لب مسکرا کر کہا:۔

بر دایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

انسانی تاریخ کی آبرو جو ارزاں فروشیوں اور خود فراموشیوں کی داستانوں سے داغدار ہے، انھیں خود آشنا و خدا شناس انسانوں کے دم سے ہے، انسانیت کا سر انھیں کی بدولت اونچا ہے، جنھوں نے اپنا سر ہمیشہ اونچا رکھا۔

زندگی کی آبرو خود داروں کے دم سے قائم ہے

عزیزانِ گرامی! اس زندگی کی بقا و تسلسل کے لیے جس طرح غذا اور لباس کی ضرورت ہے، مادی ساز و سامان کی ضرورت ہے، اور لوگوں نے اس کا ذمہ لیا ہے، اسی طرح زندگی کے فروغ اور وقار اور انسانیت کے شرف و اعتبار کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس مادہ پرست کوتاہ بیں دنیا میں وقتاً فوقتاً پیغمبرانہ خودداری اور دُنیا کے پیمانوں سے انکار اور حقارت کا بھی اظہار ہوتا رہے اور کسی کسی گوشہ سے یہ صدا بھی آتی رہے کہ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا آتَانِيَ اللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا آتَاكُم بَلْ أَنتُم بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ۞ جس روز یہ صدا بالکل بند ہو جائے گی، اور ساری دُنیا نیلام کی منڈی بن جائے گی، جہاں جوہرِ ادراک، شعلۂ ایمان اور متاعِ علم سب کسی نہ کسی دام پر ملنے لگیں گے، اور انسان جمادات اور حیوانات کی طرح

www.abulhasanalinadwi.org

ارزاں اور گراں بکنے لگیں گے، اس دن یہ دُنیا رہنے کے قابل نہ رہے گی اور انسانیت اپنی آب و تاب کھو دے گی، اب اس کی ذمہ داری کہ انسانیت کی خودداری اور پیغمبروں کی سرداری کی شان قائم رہے، تنہا آپ کے سر ہے، اس کی توقع اُن درس گاہوں سے نہیں کی جاسکتی، جنھوں نے معدہ اور پیٹ کے نصب العین سے بلند ہونے کا دعویٰ خود بھی نہیں کیا، اس کی توقع تو آپ ہی سے ہوسکتی ہے، جنکے اسلاف میں امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ جیسے غیور اور خود شناس امام گذرے ہیں، جن کو حکومت عباسیہ کسی قیمت پر خرید نہ سکی، امام غزالیؒ جیسے عالی ہمت جنھوں نے حریم خلافت کے اشارہ کے باوجود نظامیہ بغداد کی صدر مدرسی جو خلافت کے بعد سب سے بڑا دینی اعزاز تھا قبول نہیں کی، حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے صاحب عزیمت جنھوں نے جہانگیر کے سامنے جھکنے پر گوالیار کی اسیری کو ترجیح دی، آپ کے اسلاف میں حضرت مرزا مظہر جانجاناں بھی ہیں، جن کو بادشاہ دہلی نے پیغام بھیجا کہ اللہ نے اتنی بڑی سلطنت مجھے عطا کی ہے آپ اس میں سے کچھ قبول فرمالیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو ہفت اقلیم کو متاع الدنیا قلیل، فرماتا ہے، پھر ایک اقلیم میں سے ایک ولایت آپ کے حصے میں آئی ہے، وہ کتنی ہے کہ فقیر اس کی طرف طمع کا ہاتھ بڑھائے، نواب آصف جاہ نے ایک بار بیس ہزار روپیہ نذر کیا، آپ نے قبول نہیں فرمایا، نواب نے کہلائے کہ محتاجوں کو بانٹ دیجئے، فرمایا کہ مجھ کو اس کا سلیقہ نہیں، یہاں سے نکل کر بانٹتے چلے جایئے، گھر تک پہونچتے پہونچتے تقسیم

www.abulhasanalinadwi.org

ہو جائے گا، نہ ہو تو وہاں ہو جائے گا، آپ کے اسلاف میں سے حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی بھی تھے، نواب میر خاں والی ریاست ٹونک نے ان کی خانقاہ کے سالانہ مصارف کے لیے کچھ مقرر کرنا چاہا تو ان کو لکھ دیا گیا، کہ :۔ ؎

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم
با میر خاں بگوئے کہ روزی مقدر است

آپ کے اسلاف میں مولانا عبدالرحیم رامپوری جیسے مدرس گذرے ہیں جنھوں نے ریاست کے دس روپیہ ماہوار کو بریلی کالج کی ڈھائی سو روپیہ کی اسامی پر اور لوجہ اللہ پڑھانے کو ایک معزز پروفیسری پر یہ کہہ کر ترجیح دی کہ اگر خدا نے قیامت کے دن پوچھا تو میں کیا جواب دوں گا، آپ کے اسلاف کرام میں دار العلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے، جنھوں نے علی گڑھ کے ایک دیندار رئیس کی تنخواہ میں جو غالباً دس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہ تھی دو روپیہ ماہوار یہ کہہ کر کمی کرا دی، کہ میں دو روپیہ اپنی والدہ صاحبہ کو دیا کرتا تھا، اُن کے انتقال کے بعد یہ روپیہ فاضل ہے، اور میں قیامت کے دن اس کے حساب سے بچنا چاہتا ہوں، آپ کے اسلاف قریب میں وہ ایثار پیشہ مدرسین ہیں جنھوں نے اپنے مدارس کی چھوٹی چھوٹی تنخواہوں اور اپنے اساتذہ اور شیوخ کے قرب پر بڑی بڑی درسگاہوں کی بڑی بڑی پیش کشوں کو قربان کر دیا، اور عسرت اور تنگی میں اپنی عمر بسر کر دی، آپ کو یقیناً یہ شعر پڑھنے کا حق ہے، کہ :۔

اولئك آبائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

یہ راستہ معاشی حوصلہ مندیوں کا نہیں

دوستو! آپ اس سے یہ خیال نہ فرمائیں کہ مجھے زمانہ کی تبدیلی ضروریات کی زیادتی، ہمتوں اور قویٰ کی کمزوری، حالات کے اختلاف کا کوئی احساس نہیں، اور میں آپ سے اس زمانے میں مولانا عبدالرحیم اور مولانا محمد قاسم صاحب کے ایثار و زہد کا پورا پورا مطالبہ کر رہا ہوں، لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ آپ کا راستہ بلاشبہ ایثار و قناعت، جدوجہد، جفاکشی، اور بلند ہمتی کا ہے، آپنے جو راستہ انتخاب کیا ہے، یا مرضیٔ الٰہی نے آپکے لیے پسند کیا ہے، وہ معاشی حوصلہ مندیوں اور دنیاوی سربلندیوں کا راستہ نہیں، اس راستہ پر تو "قد کنت فینا مرجوًا قبل ھذا" کا طعنہ سننا ہی پڑے گا، اس راستے پر تو "ولا تمدّنّ عینیك الیٰ ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحیاة الدنیا لنفتنهم فیه ورزق ربك خیر وابقیٰ" کا سبق پڑھنا ہی پڑے گا، لیکن اس کا انعام کیا ہے، وہ بھی سن لیجئے "وجعلنا هم ائمة یهدون بأمرنا لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون" مولانا روم نے اسی مقام کی خبر دی ہے، کہ:-

معدہ را بگزار سوئے دل خرام
تا کہ بے پردہ ز حق آید سلام

www.abulhasanalinadwi.org

زمانہ کی بے بضاعتی و تشنہ لبی

آپ کو جو احساسِ کہتری تکلیف دے رہا ہے، اُس کی کچھ تو وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے مقام سے واقف نہیں، میں نے اس کو تفصیل سے عرض کر دیا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ اس دنیا سے واقف نہیں، آپ کو معلوم نہیں کہ زمانہ کس قدر بے بضاعت و تہی دامن، اور کس قدر تشنہ لب ہے آپ اس زمانہ کو مرعوب اور للچائی ہوئی نظر سے دیکھتے ہیں، اس لیے کہ آپ اس سے ناآشنا ہیں، آپ اس کو قریب سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ کس درجہ دیوالیہ ہے، اور اس کو اپنے دیوالیہ پن کا شدت سے احساس ہو رہا ہے، اس کے سب سکے کھوٹے نکلے، اس کے سب تیر دغا دے گئے، اس کے سب چشمے سراب ثابت ہوئے، اس کے سب فلسفے اور نظام، اس کے سب ازم ناکام رہے، اس کے سب خواب بے تعبیر رہے، آپ کے پاس نبوتِ محمدیؐ کے عطا کیے ہوئے جو حقائق ہیں اُنکو اپنی کم نظری سے پیش کرتے ہوئے آپ شرماتے ہیں، کہ یہ زمانہ سائنس اور سیاسیات اور اقتصادیات کی ترقی کا ہے، لیکن دنیا کا حال یہ ہے کہ آج وہ انھیں کے لیے بیتاب اور چشم براہ ہے، آج قومیں اُن لوگوں کے انتظار میں ہیں جو اُن کو زندگی کا نیا راستہ بتلائیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغامِ حیات سنائیں۔ ؎

ہمہ آہوانِ صحرا سر خود نہادہ بر کف
بامید آں کہ روزے بشکار خواہی آمد

www.abulhasanalinadwi.org

اصل منابع علوم انبیاء

آپ جن باتوں کو معمولی سمجھتے ہیں اور جن کو آپ نے کوئی وقعت نہیں دی، میں نے بڑے بڑے فاضلوں کو ان پر سر دھنتے دیکھا ہے، جب کبھی ان کے سامنے پیغمبروں کی بتلائی ہوئی باتیں کی گئیں تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی بلندی سے خطاب کیا جارہا ہو اور اُن کے کان اس سے ناآشنا تھے، آپ دُنیا کے بازار میں اسی کا مال اور اسی کے مصنوعات لے جانا چاہتے ہیں، پھر اس کا کیا شکوہ کہ وہ بضاعتنا رُدَّتْ الینا کہہ کر آپ کے سامنے ڈال دیتی ہے، دنیا آپ سے امیدوار ہے کہ آپ انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی اطلاعات اور بتلائے ہوئے راستہ کو پیش کریں، دنیا آج بھی ان کے سامنے سر جھکانے کے لیے تیار ہے، اس کے دماغ اب بھی اس کے سامنے سرنگوں ہیں، جیسے چھٹی صدی مسیحی کے محدود ماحول میں سرنگوں تھے، یقیناً آپ کے پاس یونانیوں کے طبعیات وعنصریات وفلکیات پر جو چند اوراق ہیں، اسکے مقابلہ میں یورپ کے پاس سائنس اور تجربات ومشاہدات کی ایک دُنیا ہے، یہ بھی واقعہ ہے کہ آپ آج یورپ کو یونان کی فلسفیانہ موشگافیوں اور عقلیات کی دقیقہ سنجیوں سے مرعوب نہیں کرسکتے، ان کی زندگی ختم ہوگئی ہے، اور وہ اپنی طاقت کھو چکے ہیں، لیکن آپ کے پاس انبیاء علیہم السلام کے لائے ہوئے جو علوم اور حقائق ہیں، یورپ والیشیا ان سے اب بھی محروم ہے، اسکے پاس آپ کے عقلی وفکری نتائج اور آپ کے علمی ذخیرے کا کچھ نہ کچھ جواب ہے، لیکن انبیاء علیہم السلام

www.abulhasanalinadwi.org

کے معجزات کا جواب نہیں، آپ اپنی اصل قوت اور حقیقی دولت لے جائیں اور پورے اعتماد و یقین کے ساتھ زندگی کے میدان میں آئیں، اس میدان میں آپ کا کوئی حریف نہیں، آپ کے پاس انسانیت کے لیے جو دعوت اور پیغام ہے، آپ کے پاس علم و حقیقت کا جو سرچشمہ ہے، آپ کو جس ذات گرامی سے نسبت غلامی حاصل ہے، اسکے بعد آپ میں سے ہر شخص کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ ؎

عجب کیا گر مہ و پروین مرے نخچیر ہو جائیں
کہ برفتراک صاحب دولتے بستم سر خود را

وہ دانائے سُبل ختم الرُسل مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

علوم اسلامیہ کا زندگی سے ربط و تعلق اور اس کے لیے ہمارے اسلاف کی کوششیں

عزیزان گرامی قدر! میں نے عرض کیا تھا کہ آپ کے تعلق کا ایک سرا نبوت محمدیؐ سے ملتا ہے، اس سے آپ پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، میں نے ابھی تک اسی کی تفصیل بیان کی ہے، اسی کے ساتھ یہ عرض کیا گیا تھا کہ آپ کا دوسرا سرا زندگی سے ملتا ہے، اب میں عرض کروں گا کہ اس کی کیا ذمہ داریاں اور تیاریاں ہیں، اور آپ اس کے حقوق و فرائض سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں!

عزیزو اور دوستو! نبوت نے ہم کو جو علوم و حقائق اور جو اصول و ضوابط عطا کیے ہیں، اُن میں ایک شوشہ اور ایک نقطہ کی ترمیم ممکن نہیں، آپ کے اسلاف

www.abulhasanalinadwi.org

کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ انھوں نے ان میں کوئی تحریف اور کوئی تبدیلی نہیں ہونے دی اور اس ذخیرے کو ہمارے ہاتھوں تک بے کم و کاست پہونچادیا، لیکن اسی کے ساتھ اس حقیقت کو یاد رکھئے کہ ہمارے انھیں اسلاف نے ہر دور اور ہر عصر میں اس ذخیرے کو زندگی میں منتقل کرنے کی کوشش بھی جاری رکھی، انھوں نے اپنی ذہانت اور محنت سے اس ذخیرے کو ایک زندہ، قابل عمل اور نمونہ پذیر ذخیرہ ثابت کیا، انھوں نے اس کی ایسی ترجمانی اور تشریح کی کہ ان کی معاصر نسلوں کے دماغوں نے اس کو بآسانی قبول اور ہضم کرلیا، اور ان کو اپنے زمانہ، اپنی عقلی سطح اور اس ذخیرے کے درمیان کوئی تضاد اور فاصلہ محسوس نہیں ہوا، ان میں اصل شریعت، مقاصد دین اور منصوصات کے بارے میں پہاڑوں کی سی استقامت، اور فولاد کی سی صلابت تھی، لیکن اس کی تعبیر و تشریح میں، اس کی توضیح و تفہیم میں شاخ گل کی سی لچک اور ریشم کی سی نرمی تھی، ان کا عمل دراصل سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کی اس حکیمانہ ہدایت پر تھا، کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم اتریدون ان یکذب اللہ و رسولہ" اس لیے انھوں نے ہر زمانہ کی عقلی سطح کے مطابق دین کی تشریح و ترجمانی کا فرض انجام دیا، اور اس زمانہ کی نفسیات و ضروریات کا لحاظ کیا، تیسری صدی میں مامون و معتصم کی سرپرستی اور یونانی علوم کے اثرات سے معتزلہ دماغوں پر چھاگئے تھے، اور عقلیت کے واحد نمائندہ تصور کیے جانے لگے تھے، اعتزال زمانہ کا فیشن

www.abulhasanalinadwi.org

اور روشن خیالی کی علامت بنتا جارہا تھا، اس وقت امام ابوالحسن اشعری نے معتزلہ کی اس عقلی اجارہ داری کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور شریعت و سنت کی حمایت و نصرت اور عقائدِ اہلِ سنّت کا اثبات اسی زبان، انھیں اصطلاحات اور اسی اسلوب میں کرنا شروع کیا، جس کے سہارے معتزلہ نے اپنا علمی تفوق اور ذہنی سیادت قائم کی تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی مدت میں معتزلہ کا یہ عقلی طلسم ٹوٹ گیا، اور سنّت و شریعت کے حلقوں میں جو احساسِ کمتری تیزی سے پھیلتا جارہا تھا وہ دفعتہً رُک گیا، ابوبکر بن الصیرفی کا مقولہ ہے کہ ــــــ "معتزلہ نے بہت سر اٹھایا تھا، اللہ تعالیٰ نے اُن کے مقابلہ کے لیے شیخ ابوالحسن اشعری کو پیدا کیا، انھوں نے اپنی ذہانت و استدلال سے اُن کو بند کر دیا" اسی کارنامہ کی بنا پر ابوبکر اسمٰعیلی جیسے مبصرین نے ان کو مجددینِ اُمّت میں شمار کیا ہے۔

امام ابوالحسن اشعری کے بعد ان کے مکتبِ خیال کے علماء نے ان کے کام کو جاری رکھا، اور قاضی ابوبکر باقلانی، شیخ ابواسحٰق اسفرائینی جیسے متکلم، اور علامہ ابواسحٰق شیرازی اور امام الحرمین جیسے مدرس و استاد پیدا ہوئے جنھوں نے اہلِ سنت کا علمی تفوق قائم رکھا، لیکن اس عرصہ میں یونان کا علمی ذخیرہ عربی میں منتقل ہو چکا تھا اور باطنیوں اور فلاسفہ نے مل کر فلسفہ کو تقدس و عصمت کا جامہ پہنا دیا تھا اور وہ عقلیت وحق کا معیار بن گیا تھا، ادھر علم کلام کے حلقہ میں جس کو سب سے زیادہ زمانہ شناس اور بیدار مغز ہونا چاہیے تھا جمود و تقلید سرایت کر گئی تھی، علماءِ کلام

www.abulhasanalinadwi.org

کو نہ صرف اس پر اصرار تھا کہ اشعری و ماتریدی عقائد کو تسلیم کیا جائے، بلکہ اس پر بھی اصرار تھا کہ ان عقائد کو ثابت کرنے کے لیے بھی وہی مقدمات و دلائل اور وہی الفاظ و اصطلاحات استعمال کیے جائیں جو اشاعرہ و ماتریدیہ نے استعمال کیے ہیں، حالانکہ زمانہ نئے دلائل اور نئے طرز استدلال اور نئے اجتہاد کا طالب تھا، امام ابوالحسن اشعری کا دور فلسفہ کا دورِ طفولیت تھا، اور عالم اسلام میں اس کا نیا نیا تعارف ہوا تھا۔ پانچویں صدی میں وہ اپنے شباب کو پہونچ چکا تھا اور زندگی میں اپنے پنجے گڑو چکا تھا، اس وقت ایک نئی شخصیت، نئے اجتہاد، تازہ دماغ اور نئے علم کلام کی ضرورت تھی، اس کے لیے انتظام خداوندی نے امام غزالی کو تیار کیا، امام غزالی نے اپنی تصنیفات میں اصول و عقائد اسلامیہ پر نئے انداز سے گفتگو کی اور ان کے ثبوت کے لیے ایسے مقدمات و دلائل قائم کیے جو اس زمانہ کے لحاظ سے زیادہ مؤثر اور اپنے اثر کے لحاظ سے زیادہ دلنشین و دل پذیر تھے۔ ان کے استدلال اور طریق بحث نے دین کا نیا وقار اور اہل سنت کا نیا اعتبار قائم کر دیا، اور ہزاروں بے چین اور مضطرب دماغوں کے لیے وہ سکون و ایمان کا باعث ہوئے، اگرچہ علم کلام کے حلقہ نے اس وقت ان کی اس اہم دینی خدمت کی داد نہیں دی بلکہ علم کلام کی پرانی لکیر سے ہٹنے کی بنا پر ان پر اعتراضات کیے جن کا جواب امام صاحب نے "فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقہ" میں دیا ہے، لیکن بالآخر عالم اسلام نے

www.abulhasanalinadwi.org

ان کے اس مجددانہ کارنامہ کا اعتراف کیا، امام صاحب نے فلسفہ کا جواب دینے کے لیے اس کی ضرورت سمجھی کہ وہ فلسفہ کے اصل ماخذوں کا براہ راست مطالعہ کریں اور اس پر علمی تنقید کرنے کا استحقاق پیدا کرسکیں، چنانچہ انھوں نے دو سال لگ کر (جیسا کہ "المنقذ من الضلال" میں وہ لکھتے ہیں) فلاسفہ کے علوم کا گہرا مطالعہ کیا، اور باطنیہ کے عقائد و خیالات سے واقفیت پیدا کی، پھر انھوں نے اوّل "مقاصد الفلاسفہ" پھر "تہافۃ الفلاسفۃ" لکھی، تہافۃ الفلاسفہ میں انھوں نے نیا کام یہ کیا کہ ابھی تک متکلمین اسلام کی طرف سے مدافعت و جوابدہی کیا کرتے تھے جو ہمیشہ سے ایک کمزور طریقہ ہے۔ امام غزالی نے پہلی بار فلسفہ کے شیش محل پر سنگ باری کی، ان کے اس حملہ کا اثر یہ تھا کہ بقول مغربی مورخین فلسفہ سو برس تک فلسفہ کی عمارت ان کے حملے سے متزلزل رہی، اور تقریباً نوّے سال کے بعد فلسفہ کے حلقہ نے ابن رشد کی کتاب "تہافت التہافت" کی صورت میں امام غزالی کی کتاب کا جواب پیش کیا۔

امام غزالی کے بعد اس کی ضرورت تھی کہ فلسفہ کی بنیادوں پر منظم حملہ ہو، اور نفس فلسفہ کو اعتراضات کے تیروں سے چھلنی کردیا جائے۔ اور ثابت کیا جائے کہ فلسفہ کا سارا نظام قیاس آرائی اور بادپیمائی سے زیادہ نہیں، اس کے لیے فلسفہ سے بڑی گہری اور وسیع واقفیت ایک بڑے نقاد دماغ اور ایک بڑے جری اور طاقت ور قلم کی ضرورت تھی، اس کام کے لیے شیخ الاسلام

www.abulhasanalinadwi.org

حافظ ابن تیمیہ بڑے جوہر طرح اس کے لیے موزوں تھے، انھوں نے اپنے مختلف رسائل بالخصوص اپنی تصنیف "الرد علی المنطقیین" میں فلسفہ اور اس کے پورے نظامِ فکر کو بے اعتبار ثابت کر دیا۔ ان کی مجتہدانہ کتابیں اب بھی ذہن کو نئی غذا، قلوب کو نیا اعتماد اور فکر کو نشاط اور تازگی بخشتی ہیں۔

ادھر فلسفہ اور علم کلام دونوں نے مل کر جو ایک عقلی ظاہریت اور سطحی تفلسف پیدا کر دیا تھا اور عالمِ اسلام میں اس کے اثر سے یہ غلط خیال پیدا ہو گیا تھا کہ صداقت و یقین حاصل کرنے کا راستہ صرف استدلال و فکر ہے، اس کے خلاف مولانا جلال الدین رومی نے قلمی جہاد کیا، ان کی زندہ جاوید مثنوی درحقیقت ساتویں صدی کے عقلی بحران کے خلاف قلب و روح کی ایک دلکش صدائے احتجاج ہے اور نہ صرف علم کلام کی ایک مجتہدانہ تصنیف ہے بلکہ نئے علم کلام اور نئے استدلال کی بنیاد ہے، انھوں نے عقائد و حقائق اسلامیہ کے ثبوت کے لیے نئے نئے دلائل اور نئی نئی مثالیں دی ہیں جو بیک وقت قلب و دماغ دونوں کو متاثر کرتی ہیں اور دونوں کی سلوٹوں کو دور کرتی ہوئی دلنشیں اور جاگزیں ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس کتاب کی تاثیر ابھی تک باقی ہے اور فلسفہ زدہ حلقوں میں اب بھی اس کے تیر بے خطا ہیں۔

مولانا روم اور حافظ ابن تیمیہ کے بعد فلسفہ نے نئی کروٹ لی، اب وہ تصوف و اخلاق کی سرحدوں میں بھی گھس آیا اور سیاست و انتظام میں بھی دخل دینے

www.abulhasanalinadwi.org

گا، اب اس کی تردید کے لیے تنہا الٰہیات کے مباحث اور علم کلام کی کاوش کافی نہ تھی، اب فلسفہ کے ہمہ گیر اثرات کا مقابلہ وہ کرسکتا تھا جو یونانی الٰہیات کے ساتھ یونانیوں کے علم الاخلاق، مصر کی افلاطونیت جدیدہ اور اشراق ہندوستان کے جوگ اور قرون وسطیٰ کے سیاسی تخیلات پر بھی ناقدانہ نظر رکھتا ہو، اور فلسفہ و تصوف، علم الاخلاق اور علم السیاست اور اسلام کے معاشی اصول اور نظام مالیات پر بھی اس کا مطالعہ وسیع اور نظر عمیق ہو، اس موقع پر حضرت شاہ ولی اللہؒ کی شخصیت نمودار ہوتی ہے، جنھوں نے حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء لکھ کر اسلام کی عظمت اور صداقت کا نقش قائم کردیا، اور علمی حلقوں میں اسلام کی نئی علمی ساکھ، علوم اسلامیہ کی زندگی کا ثبوت اور طبقۂ علماء کا وقار قائم کردیا۔

۱۸۵۷ء میں انگریزی حکومت کے تسلط سے نئے نئے فتنوں نے سر اٹھایا، عیسائی مبلغین نے اسلام پر علانیہ حملے شروع کردیے اور علماء اسلام کو دعوت مقابلہ دی، پادریوں کا جواب دینے کے لیے اناجیل ان کی تفاسیر اور اُن کی تاریخ تدوین اور مسیحیت و اسلام کے مابہ النزاع مسائل و مباحث کی براہ راست مطالعہ کی ضرورت تھی، اس موقع پر طبقۂ علماء ہی کے ایک فرد مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی میدان میں آئے اور انھوں نے اظہار الحق اور ازالۃ الاوہام جیسی کتابیں لکھ کر مسیحیت کی اشاعت میں ایک سنگ گراں رکھ دیا، یہ کتابیں ہندوستان سے لے کر مصر و ترکی تک اپنے موضوع پر بے نظیر سمجھی جاتی ہیں اور

www.abulhasanalinadwi.org

ابھی تک لاجواب ہیں۔

دوسری طرف آریوں نے جن کو حکومتِ وقت کی شہ مل گئی تھی اسلامی عقائد و الٰہیات پر نیا حملہ شروع کر دیا۔ اور عالم کے حدوث و قدم، ذات و صفات، کلام الٰہی، حیات بعد الموت اور تناسخ قبلہ اور حیاتِ نبوی پر عقلی اعتراضات کرنے شروع کیے۔ ان کے جواب میں نہ تو قدیم کلامی دلائل پورے طور پر کارگر تھے، نہ قدیم مقدمات اور قدیم اسلوب مؤثر تھا، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ان کے جواب کے لیے ایک نیا علمِ کلام تیار کر دیا۔ انھوں نے روزمرہ کی ہلکی پھلکی زبان میں چھوٹی چھوٹی مثالوں اور عام فہم دلیلوں میں بڑے بڑے علمی مسائل سمجھائے اور بڑے بڑے مباحث کا فیصلہ کیا، تقریر دلپذیر، حجۃ الاسلام، آبِ حیات اور قبلہ نما ان کی ذہانت و سلامتِ فہم اور دقیقہ شناسی کا بہترین نمونہ ہیں۔ دوسری طرف انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں پنجاب میں ایک فتنہ کھڑا ہوا، یہ نبوتِ محمدیؐ کے خلاف ایک سوچی سمجھی بغاوت تھی اور اسلام کے پورے اعتقادی اور علمی و فکری نظام کو ڈائنامیٹ کرنے اور خدانخواستہ اس کے ملبہ پر ایک نئی نبوت اور امامت کے قصر کی تعمیر کرنے کی کوشش تھی، اسکے مقابلہ میں چند مخلص اور بالغ نظر علماء میدان میں آئے، جن میں مولانا سید محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء اور مولانا سید انور شاہ کا نام اور کام سب سے زیادہ روشن ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی کی رفاقت اور زمانہ کے تقاضوں کی تکمیل

یہ ساری تفصیل اس لیے سنائی گئی کہ آپ اندازہ کرسکیں کہ علماء اسلام کی ذہانت اور جذبۂ خدمت نے کبھی کسی منزل پر قیام اور کسی لکیر کا فقیر بننا گوارا نہیں کیا، انھوں نے علم کے چلتے پھرتے قافلہ کا ساتھ دیا۔ ان کا ہاتھ زمانہ کی نبض سے کبھی جدا نہیں ہوا، ان کی نگاہ زندگی کے بدلتے ہوئے تیوروں سے کبھی ہٹی نہیں، انھوں نے اسلام کی خدمت کے لیے جس زمانہ میں جس چیز، جس طرز اور جس اسلوب کی ضرورت سمجھی، بلاتکلف اختیار کرلیا، انھوں نے اسلام سے وفاداری اور دین کی خدمت گزاری کا عہد کیا تھا، انھوں نے کسی مدرسۂ فکر، کسی مکتبِ خیال اور کسی اندازِ فکر سے وابستگی کی قسم نہیں کھائی تھی۔ ہندوستان و مصر میں جب اسلام پر تمدن و تہذیب اور تاریخ و ادب کی راہ سے حملے شروع ہوئے اور مغربی مصنفین اور مستشرقین نے اسلام کی مستند شخصیتوں اور اس کے معیاری عہد پر اعتراضات کیے اور اسلام کے خدوخال کو بگاڑ کر بدنما شکل میں پیش کیا، تو طبقۂ علماء ہی میں سے ایسے اہلِ قلم اور ادیب مصنف آگے بڑھے جنھوں نے ان مضامین پر ایسی کتابیں لکھیں جو نہ صرف اسلامیات بلکہ اردو ادب میں بھی یادگار ہیں اور جنھوں نے جدید تعلیم یافتہ اصحاب میں سے ہزاروں کو نیا اطمینان اور دماغی سکون عطا کیا، اور نہ صرف ان کا تذبذب دور ہوا، بلکہ اسلام سے شیفتگی پیدا ہوگئی۔ مولانا شبلی کی الفاروق، الجزیۃ فی الاسلام کتب خانۂ اسکندریہ اس سلسلہ کی کامیاب تصنیفات ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

نصاب تعلیم کے تغیرات

خود آپ کا نصاب تعلیم اس حقیقت کا گواہ ہے کہ علماء اسلام نے کسی ضرورت کے تسلیم کرنے اور کسی مفید و ناگزیر چیز کو قبول کرنے میں کبھی پس و پیش نہیں کیا، یہ نصاب عہد بہ عہد تبدیلیوں اور مختلف علمی و عقلی رجحانات کا نمائندہ ہے، اس میں ہر دور میں اضافہ و ترمیم ہوتی رہی ہے، صرف یہ سو برس کا زمانہ ایسا ہے جس میں اس نصاب میں کم سے کم تبدیلی ہوئی ہے، حالانکہ یہی زمانہ اپنی سیاسی و ذہنی تبدیلیوں کی بنا پر جائز اور ضروری تبدیلیوں کا سب سے زیادہ مستحق و متقاضی تھا۔

دین کی نمائندگی کے لیے متنوع صلاحیتوں کی ضرورت

عزیزو! اس عہد انقلاب میں دین کی نمائندگی، تعلیمات اسلام کی ترجمانی اور نہ صرف ان کی تشریح و تفہیم، بلکہ ان کی بلندی و برتری کا نقش قائم کرنے کے لیے بڑی وسیع تیاریوں اور بڑی متنوع صلاحیتوں کی ضرورت ہے، آپ اسلام کے سپاہی ہیں اور زندگی کے معرکہ کے لیے تیار ہو رہے ہیں، کسی فوجی تربیت گاہ اور وہاں کی تیار ہونے والی فوج کے لیے سب سے زیادہ ناموزوں، سب سے زیادہ خطرناک بحث، قدیم و جدید اسلحہ اور طریق جنگ کی بحث ہے، سپاہی کے لیے نہ کوئی ہتھیار قدیم ہے نہ جدید، اس کو تو یہ دیکھنا ہے کہ میدان جنگ کے لیے کون سا ہتھیار کارگر ہے اور کون سا طریق جنگ موزوں، تیار ہونے والے سپاہی کے لیے تعصب کی کوئی گنجائش نہیں، اس کا نہ کسی خاص اسلحہ سے رشتہ ہے نہ کسی خاص فن جنگ سے، اس کو تو تمام

www.abulhasanalinadwi.org

ضروری اسلحہ سے مسلح ہونا چاہیئے، عرب شاعر نے بہت پہلے کہا تھا:

کل امرئ یسعیٰ الی　　　　　یوم الھیاج بما استعدّا

نئی تحریکوں سے گہری اور ناقدانہ واقفیت کی ضرورت

آپ کو نئے فتنوں سے واقف ہونا چاہیئے، مگر سطحی واقفیت عدم واقفیت سے زیادہ مضر ہے، آج ہمارے مدارس میں فیشن کے طور پر بعض تحریکوں اور نظاموں کے نام لیے جاتے ہیں، لیکن ان کے متعلق بہت کم معلومات ہیں، ناقدانہ نظر اور محققانہ مطالعہ تو بڑی چیز ہے، ان کی اجمالی حقیقت سے بھی واقفیت نہیں، ضرورت ہے کہ ماہرین فن اور اہلِ نقد و نظر کی نگرانی اور رہنمائی میں ان کا مطالعہ کیا جائے، اور اسلام کے نظام کی برتری ثابت کی جائے، یہ کام مشکل ہے لیکن ضروری ہے، اگر یہ مدارس کے اہتمام میں منظم طریقہ پر نہ ہوا تو وہ غیر منظم طریقہ پر ہوگا۔

نئے مطالعہ کی مشکلات و ذمہ داریاں

ہمارے مدارس میں نئے مطالعہ کا رجحان بھی بڑھ رہا ہے، مگر مجھے اس کا اظہار کرتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ اس میں کوئی سنجیدگی اور گہرائی نہیں، میں عصری مطالعہ کا بڑا داعی ہوں، مگر بے تکلف کہتا ہوں کہ وہ اس قدر آسان اور سرسری کام نہیں، جتنا سمجھ لیا گیا ہے، اس کے لیے کتابوں کے صحیح انتخاب و ترتیب پر پوری رہنمائی اور کسی اچھے مشیر کی رفاقت کی ضرورت ہے، پھر اس سے پہلے اس کی ضرورت ہے کہ وہ ذہن تیار ہو جائے جو اس مطالعہ سے فائدہ اٹھا سکے، معلومات میں صحیح ترتیب و نظام

www.abulhasanalinadwi.org

قائم کرسکے اور ان کو صحیح طور پر استعمال کرسکے، اگر یہ ذہن صحیح تعلیم و تربیت اور اساتذہ کی صحبت سے تیار ہوگیا تو وہ ہر طرح کی پڑھی ہوئی چیزوں سے کام لے گا اور معلومات کے مواد خام سے کارآمد مصنوعات اور عظیم نتائج پیدا کرے گا، اور ادب، تاریخ، معلومات عامہ، یہاں تک کہ بہت سی غیر متعلق چیزوں سے دین کی نصرت اور خدمت کا ایسا مؤثر اور حیرت انگیز کام لے گا جو بعض اوقات خالص دینی چیزوں سے نہیں لیا جاسکتا، اُس وقت "من بین فرث و دم لبناً خالصاً سائغاً للشاربین" کی حقیقت کا ظہور ہوگا، اگر ایسا نہیں ہے، دین کی بنیادیں قلب و دماغ میں مستحکم نہیں ہوئی ہیں، ذہن کج اور ذوق فاسد ہے تو۔ ع

ہر چہ گیرد علتی علت شود

کا مصداق ہوگا۔

ملک کی زبان و ادب سے ربط و تعلق

اس موقع پر میں دو اور حقیقتوں کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

ایک حقیقت تو یہ ہے کہ کسی ملک میں دین کی خدمت و اشاعت اور وہاں کی زندگی پر اثر انداز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ دین کی خدمت کرنے والوں کو اس ملک کی زبان و ادب کا صاف ستھرا ذوق ہو، اور وہ مذاق سلیم اور معیار صحیح کے مطابق اس میں اظہار خیال کرنے کی قدرت، جیتی جاگتی زبان اور

www.abulhasanalinadwi.org

شگفتہ اندازِ بیان میں تصنیف و تقریر کی قابلیت رکھتے ہوں، دین کی دعوت اس وقت بہت مؤثر ہو جاتی ہے جب اس میں دلآویزی اور دلپذیری بھی ہو، یہ ایک ایسی نفسیاتی حقیقت اور امر واقعہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام تک کو اپنی قوم کو خطاب کرنے اور اُن کے دل و دماغ میں نفوذ کرنے کے لیے بہترین زبان دی گئی، قرآن مجید میں کہا گیا "انا انزلناہ قرآناً عربیاً لعلکم تعقلون" کہیں فرمایا گیا "بلسان عربی مبین" کہیں ارشاد ہوا "و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ" اہلِ نظر سمجھتے ہیں کہ لسان القوم سے مراد صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ اُن کی سمجھ سکتا اور اُن کو سمجھا سکتا ہو، بلکہ اپنے زمانہ کے اعلیٰ سے اعلیٰ لسانی اور ادبی معیار پر پورا اترتا، بلکہ سب سے فائق ہو، اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ اس کے بعد ہی فرمایا "لنبین لھم" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا افصح العرب"۔

آپ جانتے ہیں کہ جن لوگوں نے اسلام کی تاریخ اصلاح و تجدید میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا اور مسلمانوں کے خیالات و رجحانات پر گہرا اثر ڈالا، وہ عموماً زبان و قلم کی طاقت رکھتے تھے اور ان کی تصنیفات اور تقریروں میں صحیح ادبیت اور بلاغت ہے، حضرت شیخ جیلانی کے مواعظ آج بھی زور بیان اور خطابت کا نمونہ ہیں، امام ربانی کے مکتوبات اپنی ادبیت، زور اور طاقت، سلاست اور بے تکلفی میں ابوالفضل اور فیضی کی انشا پردازی سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

شاہ ولی اللہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ عربی انشاء اور علمی زبان کا ایسا نمونہ ہے کہ کہ مقدمۂ ابن خلدون کے بعد سے ان صدیوں میں اس سے بہتر نمونہ نظر نہیں آتا، شاہ صاحب کی فارسی میں بھی خاص حلاوت اور سلاست ہے، ازالۃ الخفا کے بعض ٹکڑے ادبی شہ پارے ہیں، یہ اُس وقت کی باتیں ہیں جب عربی اور فارسی اس ملک میں مسلمانوں کی تصنیفی اور علمی زبان تھی، اُردو کے رواج کے بعد خود شاہ صاحب کے فرزندوں نے اردو میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا، شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ دہلی کی ٹکسالی زبان کا بہترین نمونہ ہے، اور اپنی ادبی خوبیوں اور استناد کی بنا پر اردو کے کلاسیکل ادب میں خاص درجہ رکھتا ہے، مولانا محمد قاسم صاحب کی اُردو تصنیفات میں ایسی سلاست، سادگی اور برجستگی پائی جاتی ہے کہ دقیق علمی مضامین اور ذوق پر بار نہیں ہونے پاتے، اس ملک میں عرصۂ دراز تک زبان و ادب کی قیادت طبقۂ علماء کے ہاتھ میں رہی اور وہی اس ملک کی ادبی رہنمائی کرتے رہے، خواجہ الطاف حسین حالی، مولوی نذیر احمد دہلوی، مولانا شبلی نعمانی ادب اُردو کے معماروں میں شمار کیے جانے چاہئیں۔ علماء نے اپنی لطافتِ ذوق، سلاستِ طبع، سخن فہمی، اور انشاپردازی کے ایسے نمونے چھوڑے ہیں جو اُردو کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی رحمۃ اللہ علیہ

www.abulhasanalinadwi.org

کے مضامین اور مولانا سید عبد الحئی ناظم ندوۃ العلماء کا تذکرہ گل رعنا اور تاریخ یاد ایام اردو نثر کا ایسا نمونہ ہے جس میں تاریخی ثقاہت و متانت اور ادبی بانکپن اور رنگینی پہلو بہ پہلو ہیں، اور یاد شش بخیر مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اردو کو اپنی علمی تحقیقات اور ادبی مضامین سے گرانبار کر دیا، ان کی کتابیں اب بھی اور بہت دنوں تک نقد کامل عیار اور ادب و انشاء کا معیار سمجھی جائیں گی۔ اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریروں نے اردو کو ایک نئی طاقت اور نیا اسلوب بخشا، الہلال کے سحر حلال نے ایک وقت میں سارے ہندوستان کو مسحور کر لیا تھا، اب بھی ان کا ایک ایسا ادبی مقام ہے جو انھیں کے ساتھ مخصوص ہے، علماء کی اس بیدار مغزی اور زمانہ شناسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء پر اس ملک کی تعمیر و ترقی سے علیحدگی اور اس کے رجحانات و جذبات سے بے خبری کا الزام نہیں لگایا جا سکا، انھوں نے اس ملک میں کبھی جزیرہ بننے کی کوشش نہیں کی، بعض دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح وہ زمانہ کے کارواں سے بچھڑے نہیں، انھوں نے اپنی دعوت اور دینی مقاصد کے لیے وہی زبان اختیار کی جو اس ملک میں رائج تھی اور جو ادبی حلقوں میں اثر رکھتی تھی، ہمیں ان روایات کو قائم رکھنا چاہیئے، اور اس مقدس ترکہ کی حفاظت کرنی چاہیئے، ہم اگر اب بھی دین کی مؤثر خدمت

www.abulhasanalinadwi.org

انجام دینا چاہتے ہیں اور اپنے عقائد و خیالات کو عوام و خواص تک پہونچانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی تصنیف و تقریر کے لیے شگفتہ و سلیس زبان اور نیا اسلوب اختیار کرنا پڑے گا، اور اپنی تصنیفات و مضامین اور تقریروں کو اس ادبی معیار پر لانا ہوگا جو اس زمانہ میں قائم ہوگیا ہے۔ یہ نہ ثقاہت کے خلاف ہے نہ اسلاف کی روایت کے بلکہ حکمتِ دین کے عین مطابق ہے۔

عربی زبان پر قدرت

دوسری چیز یہ ہے کہ عربی زبان اس وقت ایک زندہ اور طاقتور زبان ہے، عرب ملکوں میں وہ اپنے پورے عروج و شباب پر ہے، وہ تصنیف و تالیف، خطابت و تقریر، سیاست و صحافت، علم و فلسفہ اور دستور و قانون کی زبان ہے، وہ پورے طور پر نکھر گئی ہے، ہمارے عربی مدارس میں ایک غلط فہمی یہ پھیلی ہوئی ہے کہ قدیم عربی زبان تفسیر و حدیث و فقہ میں محدود ہے اور وہ کہیں پائی نہیں جاتی، عربی کے نام سے بالکل ایک جدید زبان ایجاد ہوگئی ہے، جس میں زیادہ تر انگریزی و فرانسیسی کے معرب یا دخیل الفاظ ہیں، اس غلط فہمی نے ہمارے بہت سے علماء اور نوجوانوں کو عربی سے متوحش اور مایوس بنا دیا ہے، آپ اگر مجھ پر اعتماد کرسکیں تو میں پورے وثوق کے ساتھ عرض کروں گا کہ جدید عربی کا کہیں وجود نہیں، اس وقت جو زبان اہلِ علم اور اہلِ قلم شرقِ اوسط میں استعمال کرتے ہیں، وہ قرآن و حدیث اور جاہلیت و اسلام کی زبان

www.abulhasanalinadwi.org

سے زیادہ سے زیادہ قریب ہے، نئی ضرورتوں کے لیے بھی انھوں نے عربی کے قدیم ذخیرہ اور قرآن و حدیث سے الفاظ نکال لیے ہیں۔ اس سلسلہ میں انھوں نے جو کام انجام دیا ہے وہ حیرت انگیز بھی ہے، اور قابل داد بھی، مصر پر نپولین کے حملہ کے بعد سے جو مغربی الفاظ عربی زبان میں داخل ہو گئے تھے وہ ایک ایک کر کے بے دخل کیے گئے اور اُن کی جگہ پر خالص عربی الفاظ رکھے گئے، اس وقت ان ملکوں کا لسانی اور ادبی معیار اتنا بلند ہو گیا ہے، اور صحافت و اشاعت نے عربی کے خزانۂ عامرہ کے نوادر کو ایسا وقف عام کر دیا ہے کہ اب عربی میں کام کرنے کے لیے بڑی تیاری اور بڑی جد و جہد کی ضرورت ہے، ہمارے مدارس میں جس انداز پر عربی زبان و ادب کی تعلیم ہو رہی ہے، اسکے ساتھ ان ملکوں میں کوئی علمی خدمت یا دعوتی کام ناممکن ہے، اگر آپ کو عربی دنیا میں دین کی دعوت و تبلیغ کا کام انجام دینا ہے یا ہندوستان کی دینی و علمی تحریکات کا تعارف کرانا ہے تو اس کے لیے بڑے پیمانے پر تیاری کی ضرورت ہوگی، اب ہندوستان ان ملکوں سے الگ نہیں رہ سکتا، دنیا کی سیاست میں شرق اوسط کو خاص اہمیت حاصل ہے، اور یہ اہمیت بڑھتی جائے گی، ہر ایک مسلمان کے نقطۂ نظر سے وہ اب بھی عالم کا قلب اور مرکز اعصاب ہے، اگر شرق اوسط سے ربط قائم کرنے اور دین اور مسلمانوں کی صحیح نمائندگی کرنے کے کام

www.abulhasanalinadwi.org

سے علماء نے گریز کیا تو یہ نہ ان کے حق میں اچھا ہوگا نہ اس ملک کے حق میں، اس لیے اس پہلو کی طرف بھی ہمارے مدارس میں خصوصی توجہ کی ضرورت ہو، زبان وادب زندہ اور متحرک چیزیں ہیں، کچھ مدت کے لیے بھی اگر کوئی ادارہ یا فرد ان سے بچھڑ جائے تو اس کو اس کا نقصان مدتوں برداشت کرنا پڑے گا۔

عقائد صحیحہ کی حفاظت

دوستو اور بھائیو! میں نے آپ کا بہت وقت لیا، لیکن

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

اب آپ سے رخصت ہونے سے پہلے میں ایک آخری چیز کہنا چاہتا ہوں، جو اگرچہ آخر میں کہی جارہی ہے، مگر وہ اہمیت میں کسی سے کم نہیں، آپ کے ہمارے اسلاف کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کی دینی حس اور مذہبی غیرت کی حفاظت کی اور وقت کے کسی فتنہ کے سامنے سپر نہیں ڈالی، انھوں نے بدعات ورسوم اور شعائر جاہلیت کے معاملہ میں بھی مداہنت وتساہل سے کام نہیں لیا۔ آپ کے اسلاف میں حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جبل استقامت اور نقیب شریعت گزرے ہیں، جنھوں نے سب کچھ گوارا کیا مگر کسی خلاف شریعت فعل اور کسی بدعت کے ساتھ رعایت نہیں برتی، انگریزی حکومت کے تسلط کے بعد جب اس ملک پر مغربی تہذیب وعادات اور ملحدانہ عقائد وخیالات کا سیلاب آیا تو آپ چٹان کی طرح اپنی جگہ قائم رہے، آپ کے اسلاف شریعت کے بارہ میں

www.abulhasanalinadwi.org

اتنے ذکی الحس، اتنے دوربین اور اتنے غیور واقع ہوئے تھے کہ انھوں نے آخر وقت تک بدعات کو سند جواز نہیں دی جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو بنتی جاتی تھیں، انھوں نے محتسب اور شریعت کے بے لاگ منتظم کے فرائض انجام دیئے اور اُن کی نگاہِ احتساب سے کوئی انحراف اور کوئی بدعت بچ کر نہیں نکل سکی، انھوں نے عوام کا عتاب، لوگوں کی ملامت، تکفیر کے فتوے، مقاطعہ اور ایذا رسانی سب کچھ گوارا کیا مگر اپنے مسلک کو نہیں چھوڑا، اس کا نتیجہ ہے کہ آج لاکھوں کی تعداد میں ایک طبقہ جو زیادہ سنجیدہ، باوقار، اور صاحب فکر ہے ان بدعات سے محفوظ ہے، اور یہ بدعات ابھی تک مسلمانوں کی زندگی میں مستند اور مسلّم نہیں ہوسکیں، اللہ تعالیٰ ان خادمین شریعت اور ان محافظین دین کی تربتیں ٹھنڈی رکھے اور ان کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے ؎

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آج ہمیں ان کی بصیرت، ان کی فراست، ان کے دینی تفقہ اور ان کے رسوخ فی العلم کی قدر آتی ہے کہ انھوں نے اپنا فرض کس خوبی سے انجام دیا "من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا"

www.abulhasanalinadwi.org

مجھے پہلے تو آپ سے یہ کہنا ہے کہ یہ آپ کا بڑا عزیز اور محبوب سرمایہ ہے، انھوں نے اپنی جانوں کو حصار بنا کر اس باغ کی حفاظت کی ہے، انھوں نے اپنے خون سے اس کے درختوں کو سینچا ہے، اور ہمیں بتلا دیا کہ شریعت کے باغ کی رکھوالی اس طرح کی جاتی ہے ؎

آغشتہ ایم ہر سر خارے بخونِ دل
قانونِ باغبانیٔ صحرا نوشتہ ایم

ہمیں اس سرمایہ کو سینہ سے لگا کر رکھنا چاہیئے۔ اور اپنے ہر سرمایہ سے زیادہ اس سرمایہ کو عزیز رکھنا چاہیئے، مجھے آپ سے دوستانہ شکایت ہے، میرے دردمند دل کو آپ سے گلہ ہے کہ آپ اس سرمایہ سے بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں، آپ کے بزرگوں کی بہترین صلاحیتیں، اور مبارک ترین اوقات ان نفوسِ قدسیہ کی طرف سے حمایت و مدافعت میں گزرے، آپ انھیں کی بدولت ایک بڑے گروہ میں معتوب و مغضوب ہوئے اور آپ کے ساتھ اب بھی یہ نسبت لگی ہوئی ہے، مگر اب آپ میں بہت سے ان کے نام اور کام سے بھی واقف نہیں، آپ میں سے کتنے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے حالات اور کارناموں سے واقف ہیں؟ آپ میں سے کتنے بھائیوں نے صراطِ مستقیم اور تقویۃ الایمان پڑھی ہے؟ آپ میں سے کتنے بھائی توحید و سنت

www.abulhasanalinadwi.org

کی صحیح حقیقت سے واقف ہیں۔ وہ بتلا سکتے ہیں کہ اہلِ جاہلیت کے ایمان باللہ کی حقیقت کیا تھی اور قرآن نے کیوں ان کو مشرک کہا، توحید کے کیا مراتب ہیں اور شرک کے کیا مظاہر ہیں۔ بدعت کی جامع و مانع تعریف کیا ہے اور اس کے کیا نقصانات ہیں، آپ کو ان سب مسائل پر تیار ہونا چاہیئے تھا، اور آپ کا مطالعہ اور آپ کی بصیرت عوام سے اس بارہ میں بہت ممتاز ہونی چاہیئے تھی، مگر مجھے خطرہ ہے کہ آپ میں سے بہت سے بھائی ان چیزوں سے بالکل خالی الذہن ہوں گے۔

نئے دور کے نئے فتنے

اسی کے ساتھ ایک دوسری حقیقت یہ ہے کہ اب نیا دور نئے فتنے لا رہا ہے، جاہلیت نئے روپ میں ظاہر ہو رہی ہے، پہلے اگر بدعات کا معاملہ تھا تو اب کھلی کھلی وثنیت اور اصنام قدیمہ کا دور دورہ ہے، پہلے اگر ہمہ اوست کا نعرہ تھا تو اب وحدت ادیان کا فتنہ، احیا پرستی کی دعوت، قوم پرستی، قومیت عربیہ اور کمیونزم کا دین جدید ہے یہ حالات ہمارے احساس مذہبی، ہماری حمیت دینی اور ہمارے عقیدۂ توحید کو چیلنج کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جنھوں نے بدعات و رسوم مروجہ کو کبھی گوارا نہیں کیا وہ ان مشرکانہ رسوم و مظاہر کو کس طرح گوارا کرتے ہیں۔ اور ان کا رویہ اس بارہ میں کیا ہوتا ہے۔ ہم اپنے اسلاف کے دینی تصلب اور دینی شجاعت کے معترف ہیں، اور خدا اور خلق کے

www.abulhasanalinadwi.org

سامنے اس کی گواہی دینے کے لیے تیار ہیں کہ انھوں نے باطل کے سامنے گردن نہیں جھکائی اور ہتھیار نہیں ڈالے، دیکھنے کی بات ہے کہ ہمارے بعد کی نسلیں ہمارے متعلق کیا رائے قائم کرتی ہیں، اور ہم تاریخ میں کیسے نقوش چھوڑ کر جاتے ہیں۔

دورِ جدید کی ذمہ داریاں

عزیز اور رفیقو! تقدیرِ الٰہی نے ہمارے لیے جس دور کا انتخاب کیا ہے، اس کی ذمہ داریاں بہت بڑھی ہوئی ہیں، لیکن اس کا انعام اور اس کی سرفرازیاں بھی بہت بڑھ چڑھ کر ہیں، ذمہ داریوں سے گریز اور زمانہ سے شکست مردوں کا کام نہیں، جو وقت باقی رہ گیا ہے اُس کو تیاری میں صرف کیجئے، خدا نے آپ کو بہترین مربّی اور شفیق استاد دیئے ہیں، ایک دینی ماحول اور ایک بہت بڑا ادارہ بخشا ہے، زمانہ کی نزاکت، اور اپنے کام کی عظمت سمجھئے، اور اپنے کو قیمتی اور کارآمد بنائیے، تاکہ اُمت کے لیے قیمتی اور کارآمد ثابت ہوں۔

غافل منشیں، نہ وقت بازیست
وقتِ ہنر است و کار سازیست

سمتاپرنٹنگ پریس لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org